رسائل و مسائل

(احکام زکوٰۃ)

"ترجمان" محرم ۱۳۷۴ھ میں خان محمد صاحب ربانی کی طرف سے زکوٰۃ کے بارے میں چند سوالات شائع کئے گئے تھے۔ ربیع الاوّل کے پرچے میں اس سے متعلق مولانا مودودی کی رائے پیش کی گئی تھی۔ اب جناب مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی تھانوی نے ان دونوں پرچوں کو ملاحظہ فرما کر اس بارے میں اپنی تحقیق علی الترتیب اپنے دو عنایت ناموں میں مدیر "ترجمان" کے نام ارسال فرمائی ہے۔ ہم بڑی خوشی اور شکریے کے ساتھ ان دونوں گرامی ناموں کو ترجمان میں نقل کر رہے ہیں۔

مکتوب اوّل

بعد الحمد و الصلوٰۃ۔ بعض احباب نے "ترجمان القرآن" بابت محرم ۱۳۷۴ھ کی طرف مجھے توجہ دلائی جس میں ایک مقالہ حضرات علماء کی خدمت میں چند سوالات کے عنوان سے شائع کیا گیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ فقہ حنفی میں زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے تملیک کی جو شرط لگائی گئی ہے وہ صرف ایسی صورت میں قابل عمل ہے جب کہ لوگ انفرادی طور پر اپنی زکوٰۃ نکال کر انفرادی طور پر ہی اس کو صرف کر دیں، لیکن اگر اجتماعی طور پر مثلاً اسلامی حکومت کے ذریعہ سے اس کو وصول اور صرف کرنے کا انتظام کیا جائے تو یہ شرط اپنے جزئی احکام کے ساتھ ایک دن بھی نہیں چل سکتی۔ پھر سوال کی توضیح کے لیے چند عملی مشکلات پیش کر کے علماء سے ان کا حل دریافت کیا گیا۔ جواباً عرض ہے کہ تملیک فقیر زکوٰۃ کے لیے شرط ہی نہیں بلکہ رکن ہے بلکہ زکوٰۃ کی حقیقت ہی تملیک فقیر ہے جیسا فقہاء کی عبارات سے آئندہ واضح ہو جائے گا اور حسب زمانے میں زکوٰۃ حکومت اسلامی کے ذریعہ وصول کی جاتی تھی تو اس کی یہ صورت نہ تھی کہ عامل تنہا ہر شخص کے مکان یا چراگاہ پر جاتا اور زکوٰۃ وصول کرتا ہو، بلکہ اس کے ساتھ سپاہیوں کا ایک دستہ ہوتا تھا وہ اس مقام کے تھانہ یا تحصیل میں زکوٰۃ کے مویشی اور اموال جمع کرتے تھے اور اس بستی کے غرباء ایسی جگہ جمع ہو جاتے اور ان پر زکوٰۃ تقسیم کر دی جاتی تھی، جب تک اس مقام پر فقراء موجود ہوتے دوسرے مقام پر زکوٰۃ منتقل نہ ہوتی تھی۔

پھر چونکہ ولایت عامہ کی وجہ سے امام فقراء کا وکیل ہوتا اور عمال امام کے نائب ہوتے تھے، اگر فقراء کی مصلحت زکوٰۃ کو منتقل کرنے کی ضرورت ہوتی تو امام اور اس کے عمال کو مصارف نقل بھی مال زکوٰۃ سے وصول کرنے کا حق تھا جیسا خود فقیر مال زکوٰۃ پر قبضہ کرکے اپنے گھر لے جاتا تو مصارف نقل اسی مال سے نکال سکتا تھا۔ غالباً سائل کے ذہن میں سوال کے وقت یہ نکتہ نہیں تھا کہ امام یا مصدق کا مال زکوٰۃ پر قبضہ کرنا فقراء ہی کا قبضہ کرنا ہے کیونکہ وہ بوجہ ولایت عامہ کے فقراء کا وکیل ہے لیکن اس پر کسی ادارہ کے ناظم یا عامل کو قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کو ولایت عامہ حاصل نہیں اس لیے وہ فقراء کا وکیل نہیں اور اس کو یہ حق حاصل نہیں کہ مال زکوٰۃ میں سے ناظم یا عامل کا سفر خرچ یا مصارف نقل وصول کرے اگر ایسا کرے گا تو زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ پوری ادا نہ ہوگی۔

قال فی البدائع واما رکن الزکوٰۃ فرکن الزکوٰۃ هو اخراج جزء من النصاب الی الله تعالیٰ وتسلیم ذلك الیه یقطع المالك یدہ عنه بتملیکه من الفقیر وتسلیمه الیه او الی ید من هو نائب عنه وهو المصدق.... (الی ان قال) وقد امر الله تعالیٰ الملاك بایتاء الزکوٰۃ بقوله عزوجل وآتوا الزکوٰۃ والایتاء هو التملیك ولذا سمی الله تعالیٰ الزکوٰۃ صدقة بقوله عزوجل انما الصدقات للفقراء والتصدق تملیك (الی ان قال) وعلی هذا یخرج صرف الزکوٰۃ الی وجوه البر من بناء المساجد والرباطات والسقایات واصلاح القناطر وتکفین الموتیٰ و دفنهم انه لا یجوز لانه لم یوجد التملیك اصلاً وکذا اذا اشتری بالزکوٰۃ طعاما فاطعم الفقراء

زکوٰۃ کا رکن یہ ہے کہ مال نصاب کا ایک حصہ خدا کے لیے نکالا جائے اور اسی کے حوالے کیا جائے، اس کی صورت یہ ہے کہ فقیر کو زکوٰۃ کا مالک بنا دیا جائے اور زکوٰۃ اس کے یا اس کے کسی نائب (یعنی مصدق) کے سپرد کرکے زکوٰۃ دینے والا اس سے قطعی طور پر دست بردار ہو جائے...... اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ دینے کا مالکوں کو حکم دیا ہے۔ بقولہ عزوجل وآتوا الزکوٰۃ اور ایتاء تملیک ہی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو صدقہ کا نام بھی دیا ہے۔ بقولہ عزوجل انما الصدقات للفقراء اور تصدق تملیک .... چنانچہ نیکی کے کاموں، مثلاً مساجد، سرائے، سبیل اور پلوں کی تعمیر و مرمت اور میت کی تکفین و تدفین پر زکوٰۃ جائز نہیں کیونکہ ان میں تملیک اصلاً نہیں پائی جاتی۔ اس طرح اگر زکوٰۃ دینے والا زکوٰۃ سے کھانا خرید لے اور صبح شام اپنی مرضی اور صوابدید سے فقیروں کو کھلائے اور کھانا بجنسہ ان کے سپرد نہ کرے، تو

غذاءً وعشاءً (بطريق الاباحة) ولم يدفع عين الطعام اليهم لا يجوز لعدم التمليك (الى ان قال) ولو دفع زكوٰة الى الامام او الى عامله يجوز لانه نائب عن الفقير فى القبض فكان قبضه كقبض الفقرآء ص ۳۹ ج ۲ ۔

عدم تملیک کی بنا پر ایسا کرنا جائز نہ ہوگا ..... اگر زکوٰۃ حاکم یا اُس کے عامل کے سپرد کر دی جائے تو جائز ہے کیونکہ عامل زکوٰۃ وصول کرنے میں فقیر کا نائب اور نمائندہ ہے۔ اس کا زکوٰۃ لینا فقیر کے زکوٰۃ لینے کی مانند ہے۔

بدائع الصنائع ج ۲، ص ۳۹

زکوٰۃ میں تملیک کا ضروری ہونا متفق علیہ ہے کسی امام کا اس میں اختلاف بیان نہیں کیا گیا بلکہ امام شافعیؒ کی طرف تو یہ قول منسوب کیا گیا ہے کہ ان کے نزدیک إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ میں لام ملک کے لیے ہے۔

قال واما النص فقوله تعالى إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وقوله عز وجل وَفِىٓ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُومِ والاضافة بحرف اللام تقتضى الاختصاص بجهة الملك اذا كان المضاف اليه من اهل الملك ..... واما الحقيقة فان الزكوٰة تمليك المال من الفقير والمنتفع بها هو الفقير فكانت حق الفقير ص ۵ ج ۲ ثانی ودليل عدم نقل الزكوٰة حديث معاذ فان هم اطاعوا لك فى ذالك فاخبرهم ان عليهم صدقة فى اموالهم تؤخذ من اغنياءهم وترد على فقرآءهم (متفق عليه) وروى ابو عبيد فى الاموال كما فى كنز العمال عن عمرو بن سعد ان معاذ بن جبل لم يزل بالجند اذ بعثه رسول الله صلى الله عليه وسلم وابو بكرؓ ثم قدم على عمر فرده على ما كان

اس بارے میں نص یہ ہے۔ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ ..... وَفِىٓ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُومِ للفقراء اور للسائل میں فقراء اور سائل کی طرف حرف لام کی اضافت اور تعلق اس بات کا مقتضی ہے کہ یہاں اختصاص باعتبار ملک مراد لیا جائے بشرطیکہ فقیر اور سائل اہل ملک میں سے ہوں ... حقیقت میں زکوٰۃ یہ ہے کہ مال پر فقیر کی تملیک ہو جائے۔ فقیر ہی اس سے فائدہ اٹھانے والا ہے اور اسی کا یہ حق ہے۔ بدائع ج ۲ ص ۵

اور زکوٰۃ کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ کئے جانے کی دلیل وہ متفق علیہ حدیث ہے جس میں حضرت معاذؓ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگ تمہاری اطاعت قبول کر لیں تو انہیں آگاہ کر کہ ان کے مالوں پر زکوٰۃ ہے جو ان کے اغنیاء سے لی جائے گی اور ان کے فقراء پر لوٹا دی جائیگی اور کتاب الاموال لابی عبید اور کنز العمال میں روایت ہے

عليه فبعث معاذ بثلث صدقة الناس فانكر
عليه عمر فقال لم ابعثك جابياً ولا آخذ جزية
ولكن بعثتك تأخذ من اغنياء الناس فترده
في فقراءهم قال معاذ ما بعثت اليك بشيء
وانا اجد احداً يأخذه مني. فلما كان العام
الثاني بعث اليه شطر الصدقة فتراجعا مثل
ذلك فلما كان العام الثالث بعث اليه
بها كلها فراجعه عمر بمثل ما راجعه قبل فقال
معاذ ما وجدت احداً يأخذ مني شيئاً[1] (ص ۲۳۰ ج ثالث)
وفي البدائع ص ۷۵ ج ۲ واما زكوة المال فحيث المال
في الروايات كلها ويكره اخراجها الى غير اهل
ذلك الموضع الا رواية عن ابي حنيفة انه
لا بأس ان يخرجها الى قرابة من اهل الحاجة ويبعثها اليهم[2]

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ نے حضرت
معاذ بن جبل کو یمن بھیجا اور وہ وہیں رہے۔ حضرت عمرؓ کے
زمانے میں وہ آئے مگر انہیں اپنے منصب پر واپس بھیج دیا گیا
بعد میں حضرت معاذ نے لوگوں کی ایک تہائی زکوٰۃ بھجوائی۔
حضرت عمرؓ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا
کہ میں نے تمہیں ٹیکس اور جزیہ لینے کے لیے نہیں بھیجا تھا۔
میں نے تجھے اس لیے بھیجا تھا کہ تو اغنیاء سے زکوٰۃ لے کر
فقراء میں اسے واپس کردے۔ حضرت معاذ نے کہا کہ مجھے
اس کا کوئی لینے والا نہیں ملا اس لیے اسے آپ کے پاس بھجوا دیا ہے
دوسرے سال آدھی زکوٰۃ بھیجی اور یہی سوال وجواب ہوا،
تیسرے سال انہوں نے پوری زکوٰۃ بھیجی پھر وہی گفتگو ہوئی اور
حضرت معاذ نے پھر یہی کہا کہ مجھے زکوٰۃ لینے والا نہیں مل سکا۔
اور مال کی زکوٰۃ وہیں نکال جائے جہاں مال ہے۔ تمام روایات میں

[1] قلت والظاهر من قوله بعث معاذ بثلث الصدقة وبشطرها وبكلها انه لم يأخذ منها مؤنة النقل واجرتها
بل كان يبعثها مع بريد الحكومة من غير ان ينقص من مال الزكوة شيء ۱۲ ظ

[2] قلت هذا في زكوة الاموال الباطنة التي لا يطالبها الامام واما الاموال الظاهرة فحكمها ما قاله عمرؓ الا
تنقل الى غير ذلك الموضع الا اذا لم يكن هناك من يأخذها والله اعلم ۱۲ ظ

دونوں مذکورہ بالا حواشی مولانا عثمانی کی طرف سے ایزاد کیے گئے ہیں۔ ان کے ترجمے بالترتیب درج ذیل ہیں:۔ (ترجمان)

[1] اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت معاذؓ نے صدقہ (تہائی، آدھا یا سارا) نقل وحرکت کی اجرت وضع کیے بغیر اور تنخواہ لیے
بغیر بھیج دیا، بلکہ حکومت کی ڈاک کے ہمراہ بھیج دیا ہوگا اور زکوٰۃ میں کچھ کمی نہ ہوئی ہوگی۔

[2] یہ اجازت اموال باطنہ کے بارے میں ہے جن کا حاکم مطالبہ نہیں کرتا، لیکن اموال ظاہرہ کے بارے میں حضرت عمرؓ کے
قول پر عمل ہوگا۔ یعنی انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جائے گا الا یہ کہ اصل جگہ مستحق موجود نہ ہو۔

یہی ہے۔ دوسری جگہ کے لوگوں کی طرف زکوۃ کا نکال کر
لے جانا مکروہ ہے۔ سوائے امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت کے
جس کے بموجب دوسری جگہ حاجت مند عزیزوں کو زکوۃ پہنچانے
میں مضائقہ نہیں ہے۔

میرے خیال میں سوال کا جواب اور اشکالات کا حل ہو چکا ہے اب تکمیل کے طور پر چند ضروری مسائل بیان کئے جاتے ہیں تاکہ اگر کسی وقت حکومت پاکستان باقاعدہ بیت المال قائم کرے اور زکوۃ کے وصول و تقسیم کا انتظام کرنا چاہے تو ان مسائل کی رعایت کی جائے:

مقدمۂ اولیٰ بیت المال میں چار قسم کے اموال الگ الگ رکھے جائیں گے۔

الف: مویشیوں کی زکوۃ عشری زمینوں کا عشر، مسلمان تاجروں سے جو کچھ عاشر وصول کرے جب کہ وہ تجارتی مال لے کر اس کی حدود سے گزریں اور یہ تجارتی مال کی زکوۃ ہوگی جو سال میں ایک دفعہ چالیسواں حصہ کے حساب سے وصول کی جائے گی اس کے مصرف فقراء و مساکین اور زکوۃ کے عاملین اور نومسلم فقراء اور قرض دار جن کا موجودہ سرمایہ ادائے قرض کے لیے کافی نہیں، اور وہ مجاہد جن کے پاس میدان جہاد میں کافی سامان نہیں اور مسافر جن کے پاس بحالت سفر گھر تک پہنچنے کا خرچ نہ رہا ہو، اور وہ غلام ہیں جن کے مالکوں نے خاص مقدار میں رقم مقرر کردی ہو کہ اس کو ادا کردینے پر آزاد ہو جائیں گے جن کو شریعت میں مکاتب کہا جاتا ہے۔ یہ قسم آج کل یہاں موجود نہیں ممکن ہے جہاد کی نوبت آنے پر ان کا وجود ہو جائے۔

ب: مال غنیمت کا خمس اور کانوں اور دفینوں کا خمس۔ کانوں کا خمس اس وقت لیا جائے گا جب کہ حاکم اسلام کسی کو ان کے کھودنے اور نکالنے کی اجازت دے دے۔ اگر حکومت خود اپنے اہتمام سے کانیں کھودنے اور نکالنے کا بندوبست کرے تو جو کچھ نکلے گا سب حکومت اسلام کا ہوگا البتہ اگر کسی کو اتفاقی طور پر کسی پہاڑ سے کچھ سونا وغیرہ مل گیا تو اس سے بھی خمس لیا جائے گا اور بیت المال میں جمع ہوگا جیسا کسی کو اسی طرح دفینہ مل جائے اور اس کی تفصیل فقہاء کے کلام سے معلوم کی جائے۔ اس کا مصرف یتامیٰ اور مساکین اور مسافرین ہیں اور جو بچے وہ حکومت کی ضروریات اور اسلحہ وغیرہ میں صرف کیا جائے گا۔

ج: خراجی زمینوں کا لگان، اہل ذمہ کا انکم ٹیکس (جس کو جزیہ کہا جاتا ہے) یا کسی مقام کے باشندوں سے کسی خاص مقدار کے

صلح کی گئی ہو تو صلح کی رقوم اور جو کچھ عاشر تجار اہل ذمہ اور مستامنین دار الحرب سے وصول کرتے جب کہ وہ اس کی حدود سے تجارتی مال لے کر گذریں۔ اس قسم کا مصرف مصالح مسلمین ہیں جیسے حاکموں، قاضیوں، مفتیوں اور سپاہیوں، فوجیوں کی تنخواہیں، راستوں کی حفاظت، مسجدوں، سراؤں، مسافرخانوں کی عمارت، چھوٹے بڑے پلوں کی مرمت یا تعمیر، سرحدوں کا استحکام اور ایسی نہروں کا انتظام جو کسی کی ملکیت نہیں بلکہ حکومت ہی کی ملکیت ہیں۔

۵ : لاوارث مردوں کا ترکہ یا ایسے لوگوں کا ترکہ جو اپنے پیچھے صرف بیوی چھوڑ گئے ہیں یا عورت صرف شوہر چھوڑ گئی ہے اُن کا حصہ دینے کے بعد باقی بیت المال میں داخل کیا جائے گا۔ اسی طرح گری پڑی چیزوں کی کافی تشہیر کے بعد بھی مالکوں کا پتہ نہ لگا ہو تو وہ بھی بیت المال میں داخل کی جائیں گی اس قسم کا مصرف بیمار غریبوں کی دوا علاج معالجہ اور غریب مُردوں کا کفن دفن جب کہ وہ کچھ چھوڑ کر نہ مرے ہوں، ایسے بچوں کی پرورش جو کسی جگہ پڑے ہوئے پائے جائیں، ایسے نادار لوگوں کی امداد جو کمانے اور محنت کرنے سے عاجز ہو گئے ہوں اور ان کا کوئی عزیز قریب بھی ایسا نہیں جس کے ذمہ شرعاً ان کا نفقہ واجب ہو۔ امام پر لازم ہے ان جملہ اقسام کے رقوم کو ان کے مستحقوں تک پہنچائے ورنہ عنداللہ ماخوذ ہوگا غالباً اس تفصیل سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ باقاعدہ بیت المال قائم ہونے کی صورت میں وہ مشکلیں پیش نہیں آسکتیں جو ترجمان القرآن میں بیان کی گئی ہیں۔ کیونکہ سب کاموں کے لیے صرف زکوٰۃ اور صدقہ فطر ہی نہیں بلکہ دوسرے اموال بھی ہیں جن میں تملیک فقیر ضروری نہیں بلکہ مناسب صورت سے ان کو تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ یہاں اس نکتہ پر بھی تنبیہ کر دینا ضروری ہے کہ قسم اول و دوم کے سوا بقیہ اقسام کے اموال مسلمانوں اور ذمیوں دونوں پر حسب ضرورت تقسیم ہو سکتے ہیں۔ چونکہ زکوٰۃ صرف مسلمانوں سے لی جاتی ہے وہ مسلمانوں ہی پر صرف ہوگی اور جہاد بھی صرف مسلمانوں پر فرض ہے۔ اس کی غنیمت کا خمس بھی مسلمانوں پر صرف ہوگا بقیہ اقسام کی تقسیم مُسلم و غیر مُسلم دونوں پر ہو سکتی ہے۔

مقدمہ ثانیہ حکومت کو اموال باطنہ کی زکوٰۃ کے مطالبہ کا حق نہیں (الا بضرورۃ شدیدہ) بلکہ وہ صرف اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کرنے کی حقدار ہے جیسے مویشیوں کی زکوٰۃ جو سال کے زیادہ حصہ میں گھر پر نہیں بلکہ جنگل میں چرتے ہوں اور ان تاجروں کے تجارتی مال کی زکوٰۃ جو ایک شہر سے دوسرے شہر میں مال لے جاتے ہوں اور باہر سے مال منگاتے ہوں نیز عشری و خراجی زمینوں کا عُشر و خراج بھی اموال ظاہرہ سے ہیں۔ اور جو تاجر اپنے شہر ہی میں تجارت

کرتا ہے نہ باہر سے مال منگاتا ہے نہ بھیجتا ہے اس کا تجارتی مال اموال باطنہ میں داخل ہے۔ اسی طرح جو نقد اور زیور کسی کے گھر میں ہے وہ بھی اموال باطنہ سے ہے البتہ جو روپیہ بنک میں یا لمیٹڈ کمپنیوں میں ہے اس کو اموال ظاہرہ میں داخل کیا جاسکتا ہے۔

مقدمہ ثالثہ: حکومت کو اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کرنے کا حق اسی وقت ہے جب کہ وہ ڈاکوؤں، چوروں سے ان اموال کی حفاظت کا انتظام کرتی ہو۔ اگر بدنظمی اور تعطل حدود کی وجہ سے لوگوں کے اموال محفوظ نہ ہوں تو حکومت کو مطالبۂ زکوٰۃ کا حق نہیں ہے۔ اسی طرح اگر امام اور اس کے عمال نماز کے پابند نہ ہوں تب بھی بعض علماء کے نزدیک حکومت کو زکوٰۃ وصول کرنے کا حق نہیں۔

مقدمہ رابعہ: حکومت کو صدقہ فطر اور چرم قربانی اور دیگر صدقات کے مطالبہ کا حق نہیں (الا لضرورۃ شدیدۃ)

مقدمہ خامسہ: اگر حکومت زکوٰۃ وعُشر کو اس کے مصارف شرعیہ میں خرچ نہ کرتی ہو تو مالداروں کے ذمہ سے عشر اور زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں ادا ہوجائے گی اور بیجا و بے جا صرف کرنے کا وبال حکام پر ہوگا۔ بعض کہتے ہیں کہ خراج تو ادا ہوجائے گا مگر زکوٰۃ وعشر ادا نہ ہوگا، مالداروں کو دوبارہ بطور خود ان کا ادا کرنا واجب ہوگا۔

مقدمہ سادسہ: جن اموال کی زکوٰۃ کے مطالبہ کا حکومت کو حق حاصل ہے اگر کوئی ان کی زکوٰۃ بھی خود ہی ادا کردے تو فقہاء کا اتفاق ہے کہ زکوٰۃ ادا ہوجائے گی اور امام شافعی کے نزدیک حکومت کو اس سے دوبارہ مطالبہ کا حق نہیں مگر حنفیہ کے نزدیک حکومت کو مطالبہ کا حق ہوگا۔ اموال ظاہرہ میں وہ صاحب مال کی اس بات کو رد کرسکتی ہے کہ اس نے خود زکوٰۃ ادا کردی ہے۔ ہاں اگر وہ یہ کہے کہ میں نے دوسرے مصدق کو زکوٰۃ دے دی ہے یا کوئی تاجر مال لے کر عاشر کے سامنے سے گزرے اور یہ دعویٰ کرے کہ اس سے دوسرے عاشر نے زکوٰۃ وصول کر لی ہے تو مصدق یا عاشر کی رسید دکھلانے پر اس کی تصدیق کی جاوے گی کیونکہ اس صورت میں اس نے حکومت کے حق کو باطل نہیں کیا ہے۔

مقدمہ سابعہ: مطالبہ زکوٰۃ وعشر کا حق اسی حکومت مسلمہ کو ہے جو آئین اسلام کے مطابق اسلامی حکومت ہو۔ ہر حکومت کو یہ حق حاصل نہیں جو کہ برائے نام ہی اسلامی حکومت ہو اور واقع میں اسلامی حکومت نہ ہو۔

(مولانا محترم نے ان مقدمات سبعہ کے بیان کے بعد ان میں سے ہر ایک کی تائید میں کتب فقہیہ کی مفصل عبارات نقل فرمائی ہیں۔ ان عبارتوں کا یہاں دینا بہت موجب طوالت ہوگا۔ خصوصاً جب کہ اُن کے ترجمے بھی کیے جائیں۔ اس لیے ہم مولانا مدظلہ سے معذرت کے ساتھ پہلی چھ عبارتیں حذف کر رہے ہیں۔ البتہ ہم ان چھ کے حوالے کتب وصفحات کی تصریح کے ساتھ بالترتیب تحریر کیے دیتے ہیں، تاکہ ذی علم اصحاب اگر مراجعت کرنا چاہیں تو کر سکیں۔ حوالے یہ ہیں:- بدائع الضائع ج ۲ ص ۶۹، ،، ص ۳۰، ،، ص ۳۶، التلخیص الجبیر ج ۱ ص ۱۷۸، رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۷۔ البتہ مقدمۂ سابعہ کا ترجمہ اور اس کی مزید توضیح چونکہ مولانا موصوف نے تحریر فرمائی ہے اس لیے اس مقدمے کی پوری دلیل کو یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔ محذوف حوالہ جات ماہنامہ "الصدیق" ملتان، شمارہ جمادی الاولیٰ میں بھی مطالعہ کیے جا سکتے ہیں۔

دلیل المقدمة السابعة، ما فی شرح العقائد النسفیة ص ۱۱۱

المسلمون لابد لهم من امام یقوم بتنفیذ الاحکام واقامة الحدود وسد الثغور وتجهیز جیوشهم واخذ صدقاتهم وقهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطریق واقامة الجمع والاعیاد وقطع المنازعات الواقعة بین العباد وقبول الشهادات القائمة علی الحقوق وتزویج الصغار والصغائر الذین لا اولیاء لهم وقسمة الغنائم ونحو ذلك من الامور التی لا یتولاها آحاد الامة الی ان قال بعد ذکر ما اوردہ المورِدون علی توقف الانتظام علی وجود الامام بما نصه. قلنا نعم یحصل بعض النظام فی امر الدنیا [illegible] شوکة له الریاسة العامة) ولکن یختل امر الدین وهو الامر المقصود الاهم والعمدة العظمیٰ

مسلمانوں کے لیے ایسا امام ہونا ضروری ہے جو احکام شرعیہ کی تنفیذ اور حدود شرعیہ کے اجراء اور سرحد اسلام کی حفاظت کا انتظام کرے مسلمانوں کے لیے لشکر تیار کرے ان کی زکوٰۃ وصدقات وصول کرے غلبہ کرنے والوں اور جاسوسوں چوروں اور ڈاکوؤں کو مقہور و مغلوب کرے، جمعہ اور عیدین کی نمازیں قائم کرے اور لوگوں میں جو تنازعات اور جھگڑے پیدا ہوں ان کا شریعت کے موافق فیصلہ کرے اور لوگوں کے حقوق پر جو شہادتیں قائم ہوں ان کو سُنے اور قبول کرے اور نابالغ لڑکے لڑکیاں جن کا کوئی ولی نہیں ہے ان کی شادی بیاہ کا انتظام کرے مال غنیمت کو باقاعدہ تقسیم کرے اس کے علاوہ اور بہت سے کام ہیں جو انفرادی طریقہ سے انجام نہیں پاسکتے۔ اس کے بعد ان اعتراضوں کا جواب دیتے ہوئے جو نصب امام کی ضرورت پر بعض لوگوں نے وارد کیے ہیں لکھا ہے، ہاں ایسے شخص کے ذریعے سے جو صاحب شوکت ہو اور اسے ریاست عامہ حاصل ہو۔ دنیا کے بعض امور کا تو

انتظام ہو سکتا ہے مگر دین کا نظام مختل ہو جائے گا اور سب سے بڑا مقصود اسلامی سلطنت قائم کرنے سے یہی ہے۔

یہاں سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اسلام کا بڑا مقصد سلطنت قائم کرنے سے امور دین کا انتظام، احکام شرعیہ کا نفاذ، نماز اور زکوٰۃ وصدقات کا نظم اور شریعت کے موافق .... مسلمانوں کے معاملات کا فیصلہ کرنا جہاد اور سامان جہاد کا بندوبست کرنا ہے اگر کسی سلطنت سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا تو وہ اسلامی سلطنت نہ ہوگی اگرچہ مسلمانوں کی سلطنت ہو اور زکوٰۃ وصدقات وصول کرنے کا حق اسی سلطنت کو ہے جو اس مقصد کو پورا کرے جس کا یہاں ذکر ہو رہا ہے ورنہ اس کو یہ حق حاصل نہ ہوگا پس جو لوگ اسلامی سلطنت میں سیاست اور مذہب کو الگ کرنا چاہتے ہیں وہ اسلامی سلطنت قائم کرنا نہیں چاہتے بلکہ یورپین طرز کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ ہندوستان کو تقسیم کرکے پاکستان اسی لیے حاصل کیا گیا ہے تاکہ یہاں اسلامی سلطنت قائم کی جائے جو مسلمانوں کی زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا انتظام کرے اور اقلیت کو وہ حقوق عطا کرے جو اسلامی سلطنت میں دئے جاتے ہیں جس سے زیادہ عدل وانصاف کے ساتھ تو کوئی حکومت بھی اقلیتوں کو ان کے حقوق نہیں دے سکتی۔ جو لوگ حدود شرعیہ کو وحشیانہ سزائیں کہتے ہیں دراصل وہ ان اعمال کو وحشیانہ نہیں سمجھتے جن کی یہ سزائیں شریعت نے مقرر کی ہیں اگر وہ ان اعمال کو وحشیانہ سمجھتے تو ہرگز ان سزاؤں کو وحشیانہ نہ کہتے کیونکہ تجربہ شاہد ہے کہ ان سزاؤں کے بغیر ان وحشیانہ افعال کا قلع قمع نہیں ہو سکتا۔ یورپ کی سلطنتیں ان وحشیانہ جرائم کا استیصال ہی کرنا نہیں چاہتیں اس لیے وہ اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ بتلاتی ہیں۔ اگر وہ ان کا استیصال کرنا چاہتیں تو ان کو ماننا پڑتا کہ اسلام نے جو سزائیں مقرر کی ہیں وہی ان امراض کا اصلی علاج ہے۔ واللہ اعلم۔

مکتوب ثانی

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ربیع الاول کا ترجمان القرآن دو دن بعد ملا اس لیے جواب میں دیر ہوئی۔ میں نے مولانا مودودی کی تحریر دیکھی انہوں نے والعاملین علیہا کے عموم میں ہر ادارہ کے عاملین کو داخل کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ آیت میں اور بھی عمومات ہیں جن کو بدلیل السنۃ عموم پر نہیں رکھا گیا۔ مثلاً الصدقات کو صدقات مفروضہ پر محمول کیا گیا ہے کیونکہ صدقات نافلہ فقراء ومساکین کے ساتھ مخصوص نہیں۔ غنی کو بھی دے سکتے ہیں۔ اسی طرح الفقراء والمساکین۔ والغارمین مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ کفار کو زکوٰۃ

نہیں دے سکتے۔ اسی طرح والعاملین علیہا سے وہی لوگ مراد ہیں جن کو حکومت اسلامیہ نے تحصیل وصول صدقات کے لیے مقرر کیا ہو۔

قال فی البدائع واما العاملون علیها فهم الذین نصبهم الامام لجبایة الصدقات (الی ان قال) ان ما یستحقه العامل انما یستحقه بطریق العمالة لا بطریق الزکوٰة بدلیل انه یعطی وان کان غنیا بالاجماع وبدلیل انه (ای رب المال) لو حمل زکوٰته بنفسه الی الامام لا یستحق العامل منها شیئاً انه انما یستحق بعمله لکن علی سبیل الکفایة له ولاعوانه لا علی سبیل الاجرة لان الاجرة مجهولة الخ ج ۲ ص ۴۴

عاملین علیہا وہ لوگ ہیں جنہیں امام حکومت نے صدقات وصول کرنے پر مقرر کیا ہو۔۔۔۔ عامل کارکن ہونے کی حیثیت سے زکوٰۃ کا مستحق ہوتا ہے، ورنہ وہ براہ راست زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ وہ غنی ہونے کے باوجود زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر زکوٰۃ دینے والا خود زکوٰۃ امام تک لے جاتا تو عامل اس میں سے کسی شے کا مستحق نہ ہوتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ عامل اپنے اور اپنے رفقاء کے گزر اوقات کے لیے زکوٰۃ میں سے لیتا ہے، اجرت کے طور پر نہیں لیتا کیونکہ اجرت تو معلوم ومتعین ہی نہیں ہے۔

عام طور سے کتب فقہ میں عاملین سے مراد وہی لوگ ہیں جن کو امام یا سلطان نے صدقات وصول کرنے کے لیے مقرر کیا ہو۔ ان ہی کا قبضہ قائم مقام قبضہ فقراء کے ہو سکتا ہے کیونکہ امام کو ولایت عامہ حاصل ہے اور عاملین اس کے نائب ہیں۔ عام اداروں کو ولایت عامہ حاصل نہیں، اس لیے ان کو فقراء مجہولین کا قائم مقام نہیں کہہ سکتے صرف زکوٰۃ دینے والوں کا نائب کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ تو معلوم ہیں۔ پس ان کے قبضہ کو قبضۂ فقراء نہیں کہا جا سکتا اور ان کے ہاتھ میں زکوٰۃ کی رقم پہنچنے سے زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی جب تک فقراء کے قبضہ میں نہ پہنچ جائے۔ اب اگر یہ ادارے یا ان کے عاملین زکوٰۃ میں سے سفر خرچ وغیرہ نکالیں گے۔ زکوٰۃ پوری ادا نہ ہوگی ادھوری ہوگی۔ پس جو ادارے زکوٰۃ کی تحصیل و وصول کے لیے کھڑے ہوں ان کو ولایت عامہ حاصل کرنا چاہیئے جس کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ حکومت کی طرف سے ان کو یہ حق دیا جائے یا پھر عامۃ المسلمین باتفاق ان کو یہ حق دے دیں کیونکہ عامۃ المسلمین بھی حکومت کے قائم مقام ہو جاتے ہیں مگر عامۃ المسلمین کا کسی ادارہ پر اتفاق بہت دشوار ہے۔